سِوئیّوں کی مٹھاس

وندنا باجپئی ترجمہ: حفیظ بن عزیز

ٹور پر جانا تو تھا شوہر نامدار کو اور سامان پیک کرنے میں جٹی مَیں تھی، جناب تو ٹی وی میں گم تھے۔ مجھے لگتا ہے دنیا بھر کے مرد اس معاملے میں ایک ہی جیسے ہوتے ہیں۔ کہیں جانا ہو تو کچھ سامان بھلے ہی چھوٹ جائے پر خبر ایک بھی نہ چھوٹے۔ کھانا پینا، اوڑھنا بچھونا جیسے سب کچھ خبریں ہی ہیں۔ لیکن آج تو حد ہو گئی وقت بھاگتا ہی جا رہا ہے اور یہ ہیں کہ ٹی وی پر ہی نظریں لگائے بیٹھے ہیں۔ ساری دنیا کی خبروں کا ذمہ آپ نے ہی لیا ہے کیا؟ بڑبڑاتے ہوئے میں ٹی وی بند کرنے آئی پر جناب میرے ارادوں کو بھانپ کر مجھے روکتے ہوئے بولے ''ارے، رُکو رُکو، اتنی اہم بحث چل رہی ہے۔ میں نے ٹی وی کی طرف دیکھا، کچھ نامی گرامی صحافی مذہب پر بحث کر رہے تھے۔ یوں تو اُن سب کے کچھ نہ کچھ نام تھے لیکن مجھے دِکھ کچھ اور رہے تھے، کچھ جو صرف مسلمان تھے، کچھ جو صرف ہندو تھے، ان میں مکمل انسان کوئی نہیں تھا۔

خیر، اِدھر شوہر ٹور کے لئے نکلے اُدھر میرے خاص رشتہ داروں کا فون آ گیا۔ کہ وہ میرے گھر آنا چاہتے ہیں۔ یوں تو کبھی کوئی آئے جائے اچھا لگتا ہے۔ لیکن یہ رشتہ دار بڑے ہائی فائی اور دکھاوا پسند تھے۔ اب اپنے گھر کی ناک نہ کٹے اس کا دھیان مجھے ہی رکھنا تھا۔ میں شاپنگ لسٹ من ہی من تیار کرنے لگی۔ تبھی میرا دماغ بیڈروم کی طرف گیا۔ دراصل بیڈروم کی الماری بالکل سڑ گئی تھی۔ کچھ دن پہلے ہی پتہ چلا تھا کہ دیمک اُسے اندر ہی اندر کھا چکی ہے۔ یہ دیمک بھی بڑی خطرناک ہوتی ہے اِس کا پتہ تب چلتا ہے جب سب کچھ ختم ہو جاتا ہے۔ فوراً پیسٹ کنٹرول والوں کو بلایا۔ دیمک مارنے والی دوائیوں نے دیمک تو ختم کر دی لیکن الماری کا ایک بڑا حصہ بیکار ہو چکا تھا۔ سوچا تھا بعد میں بنوالیں گے۔ لیکن اب اُس کو جلدی سے جلدی بنوانا میری مجبوری تھی۔ کیونکہ الماری کا سارا سامان گھر کے دوسرے کمروں میں بے ترتیب پڑا تھا۔ اس اُتھل پُتھل کے درمیان مہمانوں کے آنے کی خبر، میں تو ایک دم پریشان ہو گئی۔ میں نے اپنی پریشانی پاس میں رہنے والی مسز جُنیجا کو بتائی۔ انہوں نے کارپینٹر کا نمبر دیا تو کچھ جان میں جان آئی۔

میں نے فون کر کے جلدی سے جلدی آنے کو کہا، لیکن انہوں نے بھی کام زیادہ اور کاریگر کم ہونے کی بات کہہ کر نہ آنے کی مجبوری ظاہر کی۔ پھر شاید مجھ پر ترس کھا کر اُس نے مجھے ایک دوسرا نمبر دیا اور کہا کہ آپ اِن

سے بات کرلیں۔لیکن وہی ڈھاک کے تین پات۔اُس نے بھی کہا''میڈم اس وقت تو کاریگر ملنا مشکل ہے، پھر بھی ایک لڑکا ہے پوچھتا ہوں۔

اگلے دن کوئی ۲۵-۲۶ سال کا ایک لڑکا میرے گھر آیا اور بولا کہ''امک سر نے آپ کی الماری بنانے کے لئے کہا ہے۔''

اندھے کو کیا چاہئے......دو آنکھیں، میں نے اُسے الماری جلدی بنانے کی تاکید دیتے ہوئے پوچھا'' تمہارا نام کیا ہے؟''

اُس نے جواب دیا، حامد، اس کے بعد وہ اپنے کام میں جُٹ گیا۔

اپنی عادت کے مطابق جب میں دوپہر کو اُس کے لئے چائے ناشتہ لے کر گئی تو اُس نے مسکرا کر کہا'' نہیں دیدی، میرے روزے چل رہے ہیں۔''

اچھا-اچھا، کہتے ہوئے میں نے ناشتے کی ٹرے ہٹالی۔

حامد اتر پردیش کے کاس گنج کا رہنے والا تھا۔یو-پی والا ہونے کے ناطے ایک بھائی چارے کا رشتہ تو اُس سے جُڑ ہی گیا تھا۔نوکری کے چکر میں اپنا شہر، پردیش چھوڑ کر اِدھر اُدھر بسے خانہ بدوشوں میں ایک بڑی عجیب بات پائی جاتی ہے، پردیس میں اپنے دیس کا ہر شخص آپ کو اپنا سا لگتا ہے۔اِسے وہی جان سکتا ہے جو روزی-روٹی کے لئے پردیس میں رہ رہا ہو۔یہی اپنا پن مجھے حامد میں نظر آیا۔مجھے وہ بالکل اپنے چھوٹے بھائی سا لگا۔یو-پی والوں کی عادت کے مطابق ہی حامد بھی کام کرتے وقت بولتا رہتا تھا۔اُسی نے بتایا کہ اُس کا خاندان وہیں کاس گنج میں رہتا ہے۔بیوی کا نام شبانہ ہے، دو بچے ہیں وغیرہ۔روزے رکھنے کے باوجود حامد میرا کام بڑے دِل سے کر رہا تھا۔ہاں، تھوڑی دیر کے لئے دوپہر میں نماز کے لئے ضرور جاتا۔

میں مطمئن تھی کہ تبھی میرے رشتہ داروں کا فون آیا۔اُن کا پروگرام کچھ بدل گیا تھا۔اب وہ ۲۸ کے بجائے ۲۶ کو یعنی ٹھیک عید والے دن آرہے ہیں۔فون رکھتے ہی میں نے حامد سے جلدی کام ختم کرنے کو کہا اور باقی تیاریوں میں جُٹ گئی۔

شام کو ڈھیر سارے تھیلوں سے لدی پھندی جب بازار سے لوٹ رہی تھی تو مسز جُنیجا ٹکرا گئیں۔

میں نے اُنہیں فون نمبر دینے کے لئے شکریہ کہتے ہوئے کہا''حامد ٹھیک کام کر رہا ہے۔''

مسز جُنیجا چونکتے ہوئے بولیں''کیا؟ حامد!! تب تو ہو چکا تمہارا کام، عید آنے والی ہے، دیکھنا اپنے گاؤں جائے گا عید منانے، آخری جمعہ سے چھٹی لے لے گا، تمہاری الماری تو پھنس گئی۔اب اتنی جلدی کوئی دوسرا انتظام بھی نہیں ہوسکتا۔اب بکھرے ہوئے سامان کا کیسے بندوبست کروگی، اس کے بارے میں سوچو۔

میں لاجواب ہوگئی۔ مجھے لگا ''ہوسکتا ہے مسز جُنیجا کی بات سہی ہو۔ حامد بھی تو گھر جانے کی بات کر رہا تھا۔ اوہ! تو کیا میرا کام یوں ہی اٹکا رہے گا۔ پھر خود سے ہی اپنی بات کو کاٹا، ''ارے نہیں، حامد کہہ تو رہا تھا کہ وہ وقت پر کام کر دے گا۔ کتنی لگن سے لگا بھی ہے۔

دوسرے دن حامد نے آتے ہی کہا ''دیدی آج دوپہر میں ہی چلا جاؤں گا، رمضان کا آخری جمعہ ہے نا، پھر شام کو آؤں گا۔ تھوڑی دیر کے لئے۔ لیکن میری الماری، کہنا چاہتے ہوئے بھی میرے الفاظ گلے میں اٹک گئے۔ اُس کے بھولے پن اور عقیدت کے آگے کچھ بھی نہ کہہ سکی۔

شام کو حامد نہیں آیا۔ ہوگئی ہوگی دیر، شاید کل صبح جلدی آجائے، میں نے خود کو دلاسا دیا۔ لیکن دوسرے دن بھی حامد نہیں آیا۔ فون بھی نہیں اُٹھ رہا تھا۔ میں فون ملاتے ملاتے پریشان ہوگئی، تبھی مسز جُنیجا آگئیں۔ گھر کا نظارہ دیکھ کر بولیں ''لو...... ہوگئی چھٹی، میں نے پہلے ہی کہا تھا کہ جمعہ سے آنا بند کر دیگا، نام پوچھنے کے بعد تمہیں کام شروع کروانا چاہئے تھا۔ تمہیں نہیں پتہ رمضان کا مہینہ چل رہا ہے۔ پورے گھر میں لکڑی کا برادا پھیلا ہے۔ اب مہمانوں کو کہاں بٹھاؤ گی؟ کہاں سُلاؤ گی؟

مسز جُنیجا تو کہہ کر چلی گئیں، لیکن میرا دِل کہہ رہا تھا ''حامد ایسا نہیں ہے۔ ہو نہ ہو کوئی ایسی بات ضرور ہے جو ٹھیک نہیں ہے۔'' حامد کی فکر میں رات بڑی بے چینی سے کٹی، اگلے دن میرے یقین واعتماد کو قائم رکھتے ہوئے حامد آگیا۔ اُس کے پیر میں پٹی بندھی ہوئی تھی۔ اُس نے بتایا کہ جمعہ کی نماز پڑھ کر لوٹ رہا تھا کہ آٹو کی چپیٹ میں آگیا۔ موبائل وہیں گر گیا۔ جب ہوش آیا تب تک شاید کسی نے اُٹھا لیا تھا اس لئے آپ کو خبر بھی نہ کر سکا۔ دِل، دماغ میں بس ایک ہی فکر تھی کہ آپ کی الماری پوری ہو جائے۔ آپ کے خاص مہمان آ رہے ہیں، اسی لئے ہمت کر کے چلا آیا ہوں۔

میرا دِل پیار و ہمدردی سے بھر اٹھا۔

لیکن کل تو عید ہے حامد؟ میں نے اُس سے پوچھا۔

جی دیدی! لیکن آج اتنا تو کر ہی دوں گا کہ آپ کا کمرہ صاف ہو جائے اور آپ بیڈ ڈال سکیں۔

میرے دِل میں اُمڈتی ممتا سے بے خبر وہ اپنے کام میں جُٹ گیا۔ روزے کی وجہ سے اُسے کچھ کھانا تو تھا نہیں، اوپر سے چوٹ کی کمزوری، اس وجہ سے مجھے فکر ہو رہی تھی۔ میں بار بار اُسے دیکھ آتی، ٹھیک تو ہے۔ اور وہ کسی فاتح جنگجو کی طرح اپنے کام میں جٹا دکھتا۔

دوپہر کے تین بج گئے، میں نے اُسے آواز دی ''ارے حامد، تم آج نماز ادا کرنے نہیں گئے؟''

نہیں دیدی، آج یہیں نماز ادا کر لی۔ کام زیادہ ہے نا، اور میرا اللہ ہر پل میرے ساتھ ہے۔ اُس کے

بات کرنے کے انداز پر میں مسکرادی۔

شام سات بجے میں نے پھر پوچھا ''حامد گھر نہیں جانا ہے کیا؟''

ابھی نہیں دیدی، جتنا کام کر سکتا ہوں کرلوں۔

رات دس بجے تک حامد کام میں جٹا رہا۔ میں بار بار اُسے جانے کے لئے کہتی رہی لیکن وہ مسکرا کر کام کرتا رہا۔ آخر کار اُس کی محنت ولگن سے وقت نے بھی ہار مان لی۔ اُس نے الماری کھڑی کر دی، بیڈ لگا دیا۔ پھر میرے پاس آ کر بولا ''دیدی دیکھئے! کام ہو گیا۔''

واہ حامد تم نے تو کمال کر دیا۔ چار دن کا کام ایک دن میں کر دیا، میں نے حیرت وخوشی کا اظہار کیا۔ تبھی مجھے دھیان آیا کہ میں نے کام پورا نہ ہو پانے کو سوچ کر اے۔ ٹی۔ ایم سے پیسے تو نکالے نہیں تھے۔ میں نے دھیمے سے کہا ''لیکن حامد......تمہارے پیسے تو......''

کوئی بات نہیں دیدی، پیسے کہاں بھاگے جا رہے ہیں۔ آج رات گھر نکل جاؤں گا۔ عید کے ہفتے بھر بعد آؤں گا، تب لے لوں گا۔ میں تو یہ سوچ کر کام جلدی ختم کرنا چاہتا تھا کہ دیدی کے مہمان آ رہے ہیں اُن کو دقت ہوگی۔

میرا دِل بھر آیا۔ میں نے اُسے مٹھائی کا ڈبہ پکڑاتے ہوئے کہا ''عید مبارک حامد، یہ بچوں کے لئے لیتے جاؤ۔'' اُس نے شکریہ کہتے ہوئے ڈبہ لے لیا۔ پھر اپنے تھیلے سے نکال کر سوئیوں کا ایک پیکٹ دیتے ہوئے کہا ''دیدی یہ آپ کے لئے لایا ہوں، اگر آپ لیں تو......''

ارے کیوں نہیں، ان سوئیوں کی مٹھاس تو بہت خاص ہوگی، میں نے لپک کر سوئیوں کا پیکٹ لیتے ہوئے کہا۔ حامد چلا گیا۔ میں سوئیوں کا پیکٹ پکڑے پکڑے الماری کو دیکھنے لگی۔ عید پر دونوں ہی حامد کے تحفے تھے۔ مجھے منشی پریم چند کی کہانی ''عیدگاہ'' یاد آ گئی۔ اُس حامد نے دادی کو تحفہ دیا تھا اور اِس نے دیدی کو۔ اور اُس دادی کی طرح آج اس دیدی کی آنکھیں نم تھیں۔

عید کے دن مہمان بھی آ گئے۔ میں نے سوئیوں کے پیکٹ سے نکال کر سوئیں بنائی۔ سچ میں اُس میں ایک الگ سی مٹھاس تھی جو صرف محسوس کی جا سکتی تھی۔ ہم اُس کے ذائقے کا لطف لے ہی رہے تھے کہ کسی نے ٹی وی چلا دیا۔ ٹی۔وی پر پھر وہی نیوز چینلز اور پھر وہی بحث۔ اُن چیختے چلاتے لوگوں میں سے کچھ صرف ہندو تھے، کچھ صرف مسلمان......مکمل انسان کوئی نہیں تھا۔

پتہ نہیں کیوں اچانک مجھے سب دیمک لگنے لگے۔ ننھی ننھی، چھوٹی چھوٹی، ایک چاول کے دانے کے برابر، لیکن جو اندر ہی اندر صرف دیش کو ہی نہیں پوری انسانیت کو کھوکھلا کر دیتی ہیں۔ افسوس اس کا پتہ تب چلتا ہے

جب سب کچھ برباد ہوجاتا ہے۔اُف! میں درد سے کراہ اٹھی۔تبھی میری نظر سوئیوں پر گئی۔میں نے دِل کو تسلی دی۔’’نہیں سب کچھ ختم نہیں ہوگا، سب کچھ ختم ہونے سے پہلے کوئی حامد ہوگا جو اُس نقصان کو روک دے گا۔کوئی دیدی ہوگی جس کا من ممتا سے چھلکے گا۔اور اُن دونوں کے بیچ ہوگی سوئیوں کی مٹھاس......اتنی مٹھاس جس کے آگے کوئی کڑواپن ٹھہر ہی نہیں پائے گا۔

شکریہ حامد ہمیں اور تمہیں ہی تو قائم رکھنی ہے اِن سوئیوں کی مٹھاس۔